عاصمہ رانی*

کلامِ اقبال اور تانیثیت

Iqbal's Poetry and Feminism

Abstract:

The poetry of Allama Iqbal (1877–1938) represents a profound synthesis of spiritual, cultural, and political ideas in South Asian Muslim thought. Within this framework, the question of womanhood emerges as a significant dimension, engaging both with Islamic tradition and modern feminist debates. In works such as Bang-e-Dra and Zarb-e-Kalim, Iqbal presents woman not merely as an aesthetic muse but as an active agent in shaping the destiny of nations. As a mother, she is described as "the first school of humanity," while as a wife and companion, she is envisioned as a moral and spiritual partner in the collective struggle for freedom and self-realization. However, from a feminist perspective, Iqbal's discourse often situates women within familial and cultural roles rather than independent individual identities, which creates tension when compared to modern notions of gender equality. While he rejects Western models of emancipation that detach women from spirituality, he simultaneously resists patriarchal stagnation by calling for women's empowerment through knowledge, faith, and social participation. This study argues that Iqbal's vision of womanhood cannot be confined to either conservative or liberal frameworks. Instead, it represents a civilizational philosophy where women are both symbols and agents of cultural renewal. Thus, Iqbal's poetry opens critical avenues for feminist re-readings of classical texts, offering a dialogue between tradition and modernity.

Keywords: Iqbal, feminism, womanhood, Islamic thought, cultural renewal

مغرب میں انقلاب فرانس کے نتیجے میں معاشی اور سیاسی حقوق کے ساتھ ساتھ صنفی مساوات کا شعور بھی اجاگر ہوا۔ صنفی مساوات کے لیے اٹھنے والی آوازوں نے تانیثیت کی تحریک کو جنم دیا۔ تانیثیت اکیسویں صدی تک آتے آتے سماجی و فکری سطح پر افراط و تفریط کا شکار ہو کر فطری اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئی۔ نتیجتاً عورت کی گھریلو اور سماجی ذمہ داریوں سے آزادی نے مغربی

معاشرے کو عدم توازن کا شکار کر دیا۔

مشرقی معاشروں، خصوصاً پاکستان و بھارت میں، عورت کی حالت مغرب جیسی نہیں۔ یہاں عورت کے مسائل کا حل اسلام نے پہلے ہی واضح کر دیا ہے — مثلاً شوہر کی بد سلوکی، حقِ طلاق، اور تعددِ ازدواج جیسے معاملات میں قرآن و سنت کی رہ نمائی موجود ہے۔ اقبال مشرق کی ان اقدار سے گہری واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ مغرب کی جدید علمی و فکری تحریکوں سے بھی آگاہ ہیں۔ اسی لیے ان کے ہاں صنفی مساوات کے مغربی فلسفے سے گریز جب کہ اپنے خطے کی سماجی و ثقافتی اقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے حقوق نسواں کا تصور ترتیب پاتا ہے۔ اسلام نے عورت کو چودہ سو سال پہلے مساوی انسانی حیثیت، عزت، اور حقوق دیے۔ اسلام عورت اور مرد کو ایک دوسرے کا تکملہ مانتا ہے۔ مرد قوام ہے مگر عورت کے بغیر اس کا وجود نامکمل ہے۔

اردو شاعری کے ابتدائی ادوار میں عورت کی تصویری تشکیل محض حسن و جذبات کے دائرے میں محدود رہی۔ اس کے وجود کو بیشتر شعرا نے محبوب، معشوق اور جمالیاتی علامت کے طور پر پیش کیا، نہ کہ ایک مکمل انسان یا سماجی حقیقت کے طور پر۔ اردو غزل اور مثنوی کی اساس ہی عشق، وصال، فراق اور حسن و جمال کی طلسمی فضا پر رکھی گئی۔ قلی قطب شاہ (۱۵۶۵ء-۱۶۱۲ء) سے لے کر حالی (۱۸۳۷ء-۱۹۱۴ء) تک، بیشتر شعرا نے عورت کو صرف جذبات و احساسات کی علامت کے طور پر دیکھا، اس کے فکری، سماجی اور روحانی پہلو سے چشم پوشی کی۔ میر (۱۷۲۳ء-۱۸۱۰ء)، غالب (۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء) اور دیگر کلاسیکی شعرا کے ہاں عورت ایک محبوبہ، صنم یا ظالم معشوق کے طور پر سامنے آتی ہے۔ یہ بھی ایک ادبی المیہ ہے کہ ابتدائی اردو شاعری میں عورت کی تخلیقی آواز خاموش اور غائب نظر آتی ہے۔ عورت کے جذبات، احساسات اور تجربات کو بیان کرنے کا حق عورت کے بجائے مرد شاعر نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ یوں کلاسیکی شاعری میں عورت کے چہرے، جسم اور حسن کے تذکرے تو عام ملتے ہیں، مگر اس کی داخلی کیفیات، فکری کرب، اور وجودی سوالات غائب ہیں۔ ولی دکنی (۱۶۶۷ء-۱۷۰۷ء) کا شعر اس رویے کی نمائندگی کرتا ہے:

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے[۱]

یہ شعر نہ صرف اُس دور کے سماجی طرزِ فکر کی ترجمانی کرتا ہے بلکہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ شاعر کے شعور میں عورت کو معاشرتی وجود کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔ شاعر کا تجربہ صرف مرد کے گرد گھومتا ہے، گویا عورت زندگی کی مشکلات اور زمانے کے دکھوں سے ماورا کوئی وجود رکھتی ہے۔ یہی رجحان بعد کے ادوار تک کسی نہ کسی صورت میں جاری رہا۔ علامہ اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) کے ہاں بھی ابتدا میں مخاطب صرف مرد دکھائی دیتا ہے۔ بالِ جبریل کی دو نظموں: ۱۔ ”فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں“، ۲۔ ”روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے“۔ میں مرکزی کردار آدمؑ ہے، جب کہ حواؑ کا ذکر سرے سے موجود ہی نہیں۔ یہ وہی واقعہ

ہے جسے قرآنِ کریم میں بارہا آدمؑ اور حواؑ دونوں کو یکساں مخاطب کر کے بیان کیا گیا[۲]۔

یہ ادبی خاموشی دراصل اُس فکری فضا کی علامت ہے جہاں عورت کو زندگی کے روحانی و فکری مباحث سے غائب رکھا گیا۔

مغلیہ سلطنت کے زوال اور مغربی تہذیب کی یلغار نے برصغیر کے مسلمان معاشرے میں نئے فکری و تہذیبی سوالات کو جنم دیا۔ اس زوال کے ساتھ ہی اصلاحِ معاشرت، تعلیم، اور عورت کی حیثیت پر غور و فکر کی نئی تحریکات سامنے آئیں۔ ایسے میں سرسید احمد خاں (۱۸۱۷ء-۱۸۹۸ء) کی تحریکِ علی گڑھ نے معاشرتی بیداری کی بنیاد رکھی، اور اسی فکری فضا میں مولانا الطاف حسین حالیؔ کی اصلاحی شاعری نے عورت کے مقام و مرتبے پر ایک نیا زاویہ پیش کیا۔

حالی پہلے اردو شاعر ہیں جنھوں نے عورت کو انسانی معاشرت کی باعزت، فعال اور بنیادی اکائی تسلیم کیا۔ اُن کے اشعار میں عورت پہلی بار محبت کی علامت نہیں بلکہ عزت، عفت، اور تہذیبی شرافت کی علامت کے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ وہ قوم کی تعمیر میں عورت کے کردار کو اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ حالی نے "مناجاتِ بیوہ" جیسی نظم لکھ کر عورت کے دکھوں، اس کی بے بسی، اور اس کے بنیادی انسانی حقوق کی طرف اہلِ قلم کی توجہ مبذول کرائی۔

سرسید تحریک کے زیرِ اثر تعلیم کا رجحان تو عام ہوا، مگر خواتین کی تعلیم ایک متنازع موضوع بنی رہی۔ سرسید خود اگرچہ عورتوں کی تعلیم کے مخالف نہیں تھے مگر اُس وقت کے معاشرتی دباؤ اور مذہبی مزاحمت کے باعث انھوں نے محتاط رویہ اختیار کیا۔ راحت ابرار نے سرسید کی تعلیمی پالیسی کے پس منظر پر رشید احمد صدیقی کا تجزیہ مقتبس کیا ہے۔ اسی تجزیے میں سے درج ذیل سطور ملاحظہ کیجیے:

> "۔۔۔ ممکن ہے ان کو اس کا بھی اندیشہ رہا ہو کہ جب لڑکوں کی تعلیم کے نظامِ نو پر مخالفت کا ایسا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تو لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر عجب نہیں کہ پورا بیڑا ہی غرق ہو جائے۔۔۔"[۳]

ڈاکٹر راحت ابرار تعلیم نسواں سے متعلق سرسید احمد خان کے خیالات بارے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

> سرسید تعلیم نسواں کے حامی تھے مگر اپنے مشن میں مختلف دشواریوں کے پیشِ نظر انھوں نے اس مسئلہ کو چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔[۴]

تعلیم نسواں کی ضرورت اور اہمیت پر کھل کر بحث اس وقت ہوئی، جب ۱۸۹۹ء میں کلکتہ میں ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔ محمد امین زبیری نے اپنی کتاب مسلم خواتین کی تعلیم، میں اس کانفرنس کے اجلاس میں جسٹس سید امیر علی (۱۸۴۹ء-۱۹۲۸ء) کی تقریر کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں، ملاحظہ کیجیے:

> میری رائے میں لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کے متوازی چلنا چاہئے تاکہ سوسائٹی پر اس کا سودمند اثر پڑے۔

جب تک ترقی کے دونوں جز و برابر تناسب سے نہ ہوں گے کوئی عمدہ نتیجہ نہیں ہو سکتا۔[۵]

اردو کی ابتدائی خواتین ادیبائیں ماہ لقا بائی چندا (۱۷۶۸ء-۱۸۲۴ء)، محمدی بیگم (۱۸۷۸ء-۱۹۰۸ء)، حجاب امتیاز علی (۱۹۰۸ء-۱۹۹۹ء)، نذر سجاد (۱۸۹۴ء-۱۹۶۷ء) نے بیسویں صدی کے آغاز میں ادب میں اپنا نام رقم کیا مگر اُن کی تحریریں اب بھی مردانہ بیانیے کے تسلسل کا حصہ تھیں۔ یہ خواتین اگرچہ اصلاحی اور تخلیقی تحریروں کے ذریعے ادبی منظرنامے میں نمودار ہوئیں، مگر فکری تحریک یا نسوانی نظریے کی نمائندہ نہ بن سکیں۔

نذیر احمد (۱۸۳۱ء-۱۹۱۲ء) جیسے مصلحین نے عورتوں کی تعلیم کی حمایت کی، مگر اُن کے نزدیک تعلیم کا مقصد عورت کو گھر سنبھالنے کے قابل بنانا تھا، نہ کہ اُسے فکری آزادی دینا۔

یہی وہ ادبی و سماجی پس منظر تھا جس میں علامہ اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) کا فکر و فن نمو پذیر ہوا۔ اقبال نے اسی روایت کے تناظر میں عورت کے تصور کو نئے فکری و روحانی سانچے میں ڈھالا جہاں عورت صرف محبوب یا صنفِ نازک نہیں بلکہ ملت کی روح، تمدن کی ضامن اور نسلِ نو کی معمار ہے۔ اقبال عورت کے لیے وہی طرزِ زندگی پسند کرتے ہیں جو ابتدائی اسلامی دور میں تھا۔ جب خواتین حیا، شجاعت، تعلیم اور خدمتِ انسانیت میں نمایاں کردار ادا کر رہی تھیں۔

اقبال کے نزدیک عورت کے وقار کی بنیاد حیا، عفت اور خودی ہے۔ وہ مغربی عورت کی طرح معاشی میدان میں بے پردگی کے ساتھ کام کرنے کے قائل نہیں کیوں کہ ان کے نزدیک عورت کا اصل دائرہ کار تخلیقِ نسل، تربیتِ اولاد اور اخلاقی اقدار کی بقا ہے۔ جنگِ طرابلس میں شہید ہونے والی مجاہدہ فاطمہ بنت عبد اللہ کے بارے میں اقبال کی نظم ان کے نسائی تصورِ غیرت اور خودی کی علامت ہے:

فاطمہ! تُو آبرُوئے اُمّتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی[۶]

یہ نظم اس بات کی دلیل ہے کہ اقبال عورت کو کمزور نہیں سمجھتے بلکہ عزم و غیرت کی مجسم علامت قرار دیتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان عورت اپنی نسوانی فطرت کے ساتھ میدانِ عمل میں آئے لیکن مغرب کی طرح فطرت کے خلاف بغاوت نہ کرے۔ اقبال، اسلام کی طرح، مرد و زن کے درمیان کلی مساوات کے قائل نہیں بلکہ فطری مساوات کے حامی ہیں۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ دونوں اپنی اپنی صلاحیتوں اور فطری ساخت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ اس فرق کا مقصد تفریق نہیں بلکہ تکمیل ہے۔ اقبال کے

نزدیک مرد کی قوامیت (قائدانہ ذمہ داری) عورت پر ظلم نہیں بلکہ اس کی حفاظت کا فطری انتظام ہے۔ اقبال کا شعر اس نکتے کو واضح کرتا ہے:

نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیتِ زن کا نگہبان ہے فقط مرد[۷]

یہاں "نگہبان" کا مفہوم سرپرستی اور تحفظ ہے، نہ کہ تسلط۔ اقبال کے نزدیک مرد کی سرداری عورت کی عظمت میں رکاوٹ نہیں بلکہ اس کی محافظ ہے۔ اقبال پردے کو محض جسمانی حجاب نہیں بلکہ اخلاقی و روحانی حیا کا نام دیتے ہیں؛ اور یہ کہ پردہ عورت کو معاشرتی سرگرمیوں سے نہیں روکتا بلکہ اس کے کردار کو وقار بخشتا ہے۔ اقبال مروجہ برقعے یا ظاہری پردے کے قائل نہیں بلکہ اس کیفیت کے حامی ہیں جو عورت کو فطری وقار عطا کرے۔ وہ عورت کی تعلیم کی بھرپور وکالت کرتے ہیں لیکن ان کے نزدیک عورت کی تعلیم دین اور اخلاق کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ اقبال مغربی تعلیم کی تقلید کے سخت مخالف ہیں کیوں کہ اس سے عورت "نازن" بن کر اپنی نسوانی خصوصیات کھو دیتی ہے اس حوالے سے ان کی نظم "عورت اور تعلیم" کے یہ اشعار دیکھیے:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہء زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت[۸]

اقبال کی نظر میں تعلیم کا مقصد عورت کو بامقصد، باشعور اور تربیت یافتہ ماں بنانا ہے نہ کہ اسے مردانہ مقابلہ آرائی میں دھکیلنا۔ اقبال کے نزدیک عورت کی اصل عظمت اس کے جذبۂ امومت میں ہے۔ ماں کی گود ہی وہ اولین درسگاہ ہے جہاں اخلاق، خودی اور کردار کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ وہ مغربی عورت کی طرح ماں کے کردار سے بیزار نہیں بلکہ ماں کو تمدن کی معمار قرار دیتے ہیں:

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمومت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت[۹]

اقبال کی نظر میں، مغربی تہذیب کا اثر برصغیر کی عورت کو اس کی اسلامی تہذیب اور اقدار سے بیگانہ کر رہا تھا۔ ان کا واضح پیغام تھا کہ مسلمان عورتوں کو مغربی طرزِ زندگی کی اندھی تقلید سے بچنا چاہیے اور اپنے دین و اقدار کی امین بننا چاہیے۔ انھوں نے ان ہنرمندوں (شاعر و صورت گر) کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جو عورت کے خد و خال کو اجاگر کر کے یا اس کے جسم کا بیان لذت کوشی کے لیے کر

کے اس کی تقدیس کو پامال کرتے ہیں:

کوئی پوچھے حکیمِ یورپ سے
ہند و یونان ہیں جس کے حلقہ بگوش!
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال؟
مرد بے کار و زن تہی آغوش![۱۰]

ہند کے شاعر و صُورت گر و افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار[۱۱]

اقبال نے عورت کے وجود کو پاکیزگی اور شرف کی علامت قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک، عورت کی مٹی کی مشت (مشتِ خاک) ثریا سے بھی بڑھ کر عزت و شرف رکھتی ہے، کیوں کہ ہر شرف اور قدر کی قیمتی متاع (درِ مکنوں) اسی کے اندر موجود ہے۔ وہ عورت کے تخلیقی جوہر کو اس کی سب سے بڑی طاقت سمجھتے ہیں، جس سے نہ صرف معرکۂ بود و نبود گرم رہتا ہے بلکہ اسرار حیات بھی کھلتے ہیں۔ اس حوالے سے اقبال کی نظم "عورت" کے یہ اشعار دیکھیے۔

راز ہے اس کے تپِ غم کا یہی نکتۂ شوق
آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود!
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات
گرم اسی آگ سے ہے معرکہ بود و نبود![۱۲]

اقبال نے آزادیِ نسواں کے مغرب سے درآمد شدہ تصور پر گہری تنقید کی ہے۔ وہ اسے 'زہر قند' کے مترادف قرار دیتے ہیں، ایک ایسا میٹھا فریب جس کا نتیجہ اخلاقی پستی اور خاندانی انتشار ہے۔ ان کے نزدیک، عورت کو ایسی آزادی نہیں چاہیے جو اسے اخلاقی گراوٹ میں مبتلا کر دے یا اسے شمع محفل بنا کر جلوت کی ہوس میں مبتلا کرے۔ وہ یہ فیصلہ خود عورت کی بصیرت پر چھوڑتے ہیں کہ اس کے لیے زیادہ قیمتی کیا ہے: آزادی نسواں کا یہ نیا نظریہ یا زمرد کے گلوبند (زیور) کی طرح محفوظ و پر وقار زندگی۔

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند

اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور ہیں، معذور ہیں مردانِ خردمند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادیِ نسواں کہ زمرّد کا گلو بند؟[۱۳]

ان کی نظر میں، عورت کا سب سے اہم میدان اس کا گھر اور اولاد کی تربیت ہے۔ انھوں نے مغربی تہذیب کی اس تعلیم کو موت قرار دیا جو عورت کو ماں بننے (بار امومت) سے متنفر کر کے اسے اپنی بنیادی ذمہ داریوں سے دور کرے۔ ان کا ماننا تھا کہ کسی قوم کی اصل دولت چاق و چوبند اور محنتی اولاد ہے جس کے دماغ ماں کی تربیت سے روشن ہوں۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو اربابِ نظر موت

اقبال کی تانیثیت(Iqbal's Feminism)دراصل اسلامی تانیثیت کا فکری و شعری اظہار ہے۔ وہ عورت کو آزادی کے نام پر مرد کی ہم پلہ نہیں بلکہ اس کی ہم کار مانتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک عورت کی آزادی کا مطلب فطرت کی تکمیل ہے نہ کہ اس سے انحراف۔ ان کا نسائی تصور متوازن، اخلاقی، دینی اور تمدنی بنیادوں پر قائم ہے۔ وہ مغرب کی اندھی تقلید کے بجائے اسلام کی روشنی میں عورت کے حقیقی وقار کے حامی ہیں۔

اقبال اردو کے اُن ممتاز شاعروں میں سے ہیں جنھوں نے شاعری کو صرف جذبات یا رومانیت کے اظہار کا وسیلہ نہیں بنایا بلکہ اسے فکری، روحانی اور تہذیبی بے داری کا مؤثر ذریعہ قرار دیا۔ اُن کے کلام میں انسان، کائنات اور خالق کے باہمی تعلق کو سمجھنے کی ایک مسلسل فکری جستجو نظر آتی ہے۔ اقبال کے نزدیک شاعری محض ذوقی تفریح نہیں بلکہ ایک عہد آفرین ذمہ داری ہے۔ انھوں نے اپنے فکری و فلسفیانہ نظام میں عورت کو نہ صرف باوقار بلکہ متوازن مقام عطا کیا ہے جو اردو شاعری میں ایک نیا فکری اور اخلاقی زاویہ پیش کرتا ہے۔

اقبال نے اردو شاعری کی روایت میں عورت کے کردار سے انحراف کرتے ہوئے عورت کو تمدنی، اخلاقی اور روحانی قوت کے طور پر پیش کیا۔ اُن کے نزدیک عورت زندگی کا بنیادی جوہر ہے جو نسلِ انسانی کی تربیت اور اخلاقی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں[۱۴]

یہ شعر اقبال کے اس یقین کو ظاہر کرتا ہے کہ عورت زندگی کے حسن اور اس کی داخلی حرارت کی مظہر ہے۔ اقبال مغربی تمدن اور اُس کے نسوانی تصورات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مغرب نے عورت کو آزادی کے نام پر اُس کے فطری وقار سے محروم کر دیا ہے۔ مغربی معاشرے میں عورت کو مرد کی مسابقت پر اُکسایا گیا جس سے اُس کی نسوانی لطافت اور مادریت کی اہمیت کم ہو گئی۔ اقبال اس طرزِ فکر کو تہذیبی انحطاط کی علامت سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک عورت کی اصل عظمت اُس کی ماں، معلمہ اور تربیت گاہ کی حیثیت میں ہے۔ اقبال کا نظریہ نسواں اسلامی فکر کے توازن اور فطری ہم آہنگی پر مبنی ہے۔

اقبال عورت کو غلامی سے آزاد کر کے اُس کے فطری وقار اور روحانی قوت کا احساس دلاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک عورت کی اصل آزادی یہ ہے کہ وہ اپنی خودی پہچانے اور اپنی باطنی روشنی سے دنیا کو منور کرے۔ عصرِ حاضر میں جب مغرب کی تانیثی تحریک عورت کو مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کے نام پر اُس کی فطرت کو مسخ کر رہی ہے، اقبال کی فکر اس کے برعکس ایک ایسا متوازن تصور پیش کرتی ہے جو عورت کی عزت، کردار، اور روحانی عظمت کو برقرار رکھتا ہے۔ وہ عورت کو محض صنف نہیں بلکہ تہذیبِ انسانی کی روح قرار دیتے ہیں۔

اقبال کی شاعری میں عورت کا تصور اسلامی نقطۂ نظر کا حامل ہے۔ وہ عورت کی عزت و حرمت، اس کے کردار اور اس کی تعلیم کے بڑے علمبردار تھے۔ انھوں نے فاطمہ بنتِ عبداللہ کو امت کی آبرو قرار دیا جو پہلی جنگِ عظیم میں شہید ہوئیں۔ ”فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے / ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے“۔

ان کے نزدیک عورت ماں کی صورت میں رحمت ہے۔ ان کی نظم ”ماں کا خواب“ میں مادری جذبات، تڑپ، اور محبت کی جو عکاسی ملتی ہے وہ اردو شاعری میں اپنی مثال آپ ہے:

میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب
بڑھا اور جس سے مرا اضطراب
یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں
اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں[۱۵]

اقبال نے خبردار کیا کہ اگر عورت مغربی تعلیم کے زیرِ اثر اپنی عفت و شرم کو کھو دے تو یہ تباہی کا باعث ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ

یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین؟
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ[۱۶]

یہاں اقبال کا مقصد انگریزی زبان نہیں بلکہ اس کے ساتھ آنے والی مغربی تہذیب و بے راہ روی ہے۔ اقبال کے نزدیک حقیقی تعلیم وہ ہے جو عورت کو خوددار، پاکیزہ اور صالح بنائے۔ قرآن کی تعلیمات کے مطابق عورت کی تربیت میں دین کا عنصر بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال کے نزدیک حقیقی آزادی یہ ہے کہ عورت اپنی ذات، اپنی روح اور اپنے کردار کی تکمیل کرے نہ کہ مغرب کی اندھی تقلید۔ وہ خود کہتے ہیں کہ مغربی عورت کی آزادی نے اخلاقی قدروں کو تباہ کیا ہے، حتیٰ کہ ماؤں نے اپنی ممتا تک قربان کر دی۔ اسی طرح اقبال پردے کے بارے میں بھی واضح موقف رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بے پردگی نہ صرف عورت کے لیے بلکہ معاشرے کے اخلاقی توازن کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ وہ کہتے ہیں:

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگہ، آئینہ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر[۱۷]

یوں اقبال عورت کو معاشرتی اور اخلاقی زندگی کی اساس قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کی عزت و حرمت کا محافظ بنے، جب کہ عورت اپنی نسوانیت کو عفت، وقار اور حیا کے ساتھ سنبھالے۔ اقبال کا تصورِ عورت عشق، ایمان، غیرت، علم اور حیا کے حسین امتزاج سے تشکیل پاتا ہے۔ اُن کے نزدیک عورت کائنات کی روح اور امت کی بنیاد ہے، اور اس کی تربیت، عزت اور کردار ہی ایک صالح معاشرے کے ضامن ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

* (پ:۱۹۸۴ء) ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ صادق کالج خواتین یونیورسٹی، بہاولپور۔　asma.rani@gscwu.edu.pk

۱۔ ولی دکنی، کلیاتِ ولی، مرتب: نورالحسن ہاشمی (لکھنؤ: اترپردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۹ء)، ۲۹۷۔

۲۔ سورۃ البقرہ: آیت نمبر ۳۵۔

۳۔ راحت ابرار، مسلم تعلیم نسواں کے سو سال: چلمن سے چاند تک (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۱۱ء)، ۳۳۔

۴۔ ایضاً، ۳۵۔

۵۔ محمد امین زبیری، مسلم خواتین کی تعلیم (کراچی: ادارہ تصنیف و تالیف، ۱۹۵۶ء)، ۱۰۲-۱۰۳۔

۶۔ علامہ اقبال، نظم: "فاطمہ بنت عبداللہ"، مشمولہ کلیات اقبال اردو (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء)، ۲۴۳۔

۷۔ علامہ اقبال، نظم: "عورت کی حفاظت"، مشمولہ ضربِ کلیم (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۵ء)، ۹۵۔

۸۔ علامہ اقبال، نظم: "عورت اور تعلیم"، ۹۶۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ علامہ اقبال، نظم: "ایک سوال"، ۹۲۔

۱۱۔ علامہ اقبال، ابیاتِ فنون لطیفہ: "ہنروران ہند"، ۱۲۸۔

۱۲۔ علامہ اقبال، نظم: "عورت"، ۹۷۔

۱۳۔ علامہ اقبال، نظم: "آزادی نسواں"، ۹۵۔

۱۴۔ علامہ اقبال، نظم: "عورت"، ۹۴۔

۱۵۔ علامہ اقبال، نظم: "ماں کا خواب"، مشمولہ بچوں کے اقبال از اطہر پرویز (علی گڑھ: اردو گھر، س-ن)، ۳۴۔

۱۶۔ علامہ اقبال، "ظریفانہ"، مشمولہ کلیات اقبال (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء)، ۲۸۳۔

۱۷۔ علامہ اقبال، نظم: "خلوت"، مشمولہ ضرب کلیم، ۹۳۔

Bibliography

Abrar, Rahat. *Muslim T'leem-e-Niswān kē Sau Sāl: Chilman sē Chānd Tak*. Dehli: Educational Publishing House, 2011.

Dakni, Wali. *Kuliāt-i-Wali*. edited by Noor ul Hassan Hashmi. Lukhnaoo:Utterperdesh urdu acadmy,1989.

Iqbal, Allama. "Aik Sawāl".in *Zarb-i Kalīm*. Aligarh: Educational Book House, 1975.

——— "Aurat".in *Zarb-i Kalīm*. Aligarh: Educational Book House, 1975.

——— "Aurat aur Taleem". in *Zarb-i Kalīm*. Aligarh: Educational Book House, 1975.

——— "Aurat ki Hifazat".in *Zarb-i Kalīm*. Aligarh: Educational Book House, 1975.

——— "Azadi-e-Niswan".in *Zarb-i Kalīm*. Aligarh: Educational Book House, 1975.

——— "Fātima bint-i Abdullah".in *Kuliāt-i Iqbāl Urdu*. Lahore: Iqbal Acadmy Pakistan. 1990.

——— "Hunarwarān-i Hiṅd". in *Zarb-i Kalīm*. Aligarh: Educational Book House, 1975.

——— "Mān ka Khwāb".in *Bachon ke Iqbal*. edited by Athar Parvez.Aligarh: Urdu Ghar, sn.

——— "Zarīfāna".in *Kuliāt-i Iqbāl Urdu*. Lahore: Iqbal Acadmy Pakistan. 1990.

Zubairi, Muhammad Ameen. *Muslim Khwātīn ki Ta'līm*. Karachi: Idara Tasneef o Taleef, 1956.